كُنْتُ نَبِيًّا وَّادَمُ
بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ
توضیحات
العلماء والعرفاء فی نبوّت سیّد الانبیاء فی عالم الارواح
والاشباح علیہ التحیّة والثناء الی یوم البعث والجزاء
بجواب تحقیقات
تصنیف
فخرِ ملتِ اسلامیہ
استاذ العلماء حضرت علامہ
قاضی محمد عظیم نقشبندی مجددی
دامت برکاتہم عالیہ
Butt

کتاب کا نام............توضیحات بجواب تحقیقات

مصنف.....فخر ملت اسلامیہ استاذ العلماء قاضی محمد عظیم نقشبندی مدظلہ العالی

کمپوزر............ صغیر احمد قادری اینڈ عدیل احمد

طباعت..............شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ بمطابق، جولائی ۲۰۱۲ء

ناشر.....قادری کمپوزنگ اینڈ پرنٹگ سنٹر کھوئیرٹہ آزاد کشمیر

بتعاون...............خطیب اہلسنت حضرت مولانا علامہ محمد رمضان فیضی مدظلہ العالی (یو۔کے)

ملنے کے پتے

M. RAMZAN FAZIE

27 GATIS STREET WOLVERHAMPTON

WV6 OES U K

00447867790821

صغیر احمد قادری کمپوزنگ اینڈ پرنٹگ سنٹر کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆

زبدۃ التحقیق کا جواب بحمد اللہ دو جلدوں میں تقریباً آٹھ صد صفحات پر مشتمل پیش کیا جا چکا ہے' عمدۃ التحقیق بجواب زبدۃ التحقیق در افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے' اب ہدیہ ناظرین کیا جانے والا جواب تحقیقات کا ہے۔ جس کا نام توضیحات ہے' دُعا ہے اللہ رب العزت احقاق حق میں ہماری مدد فرمائے آمین بجاہ نبی المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا نظریہ غلط ہے

ا۔ تحقیقات تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے' تحقیقات کا موقف یہ ہے کہ چالیس سال کی عمر شریف سے قبل آپ نبی نہیں تھے' عمر شریف کے چالیس سال مکمل ہونے پر آپ کو نبی بنایا گیا ہے۔

۲۔ اگر نبی تھے تو بالقوہ نبی تھے' بالفعل نبی نہیں تھے۔ بالفعل نبی چالیس سال کے بعد ہوئے ہیں

اس پر ہمارا یعنی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ اور موقف یہ ہے کہ چالیس سال سے قبل آپ نبی تھے روز ازل سے لے کر نزول وحی تک آپ کی نبوت قائم' دائم اور مستمرہ تھی۔ آپ ﷺ اس عرصہ میں نبوت سے محروم ہوئے تھے' نہ معزول اور مسلوب' آپ کی نبوت موجودہ فی الخارج ہونے کے باوجود بالقوۃ تھی نہ بالفعل بلکہ دائمی اور مستمرہ تھی۔ واضح رہے کہ بالقوۃ صلاحیت اور استعداد کا نام ہے۔ جو وصف انسانی ہے یعنی کاتب بالفعل ہونا اور کتابت کی استعداد کا مالک ہونا یا کتابت کی صلاحیت کا حامل ہونا خاصہء انسانی ہے۔

بالقوہ اور بالفعل' دونوں صفات انسانی ہیں اور خاصہ انسانی کی اقسام ہیں۔ کاتب اور انسان کے درمیان تساوی کی نسبت ہے کیونکہ ہر دو کا ایک دوسرے پر حمل بالمواطات جائز اور امر واقع ہے۔ مثلاً کل انسان کاتب (بعنوان بالقوہ) اور کل کاتب انسان کہنا درست ہے۔ ثابت ہوا کتابت بالقوہ اور انسان جو نوع اور کلی ہے، کے درمیان مساوات ہے۔ انسان نوع اور کلی ہے۔ جس کے تحت افراد کثیرہ ہیں جو متحدۃ الحقیقت ہیں، یعنی انسان نوع ہونے کے حوالے سے ایسی

کلی ہے جس کے بے شمار افراد ہیں جن کی حقیقت ایک ہے۔ جب کتابت بالقوہ انسان کے لئے مساوی ہو کر کلی متوطی ہوئی تو لامحالہ اس کا محل اور موصوف بننے والے افراد بھی بے شمار ہوں گے۔ جن پر کتابت بالقوہ کا اطلاق اور حکم کلی متواطی طور پر ہوگا اور یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ہر کاتب بالقوۃ انسان ہے اور ہر انسان کاتب بالقوہ ہے۔ ارباب فن نے کتابت کو خاصہ انسانی قرار دے کر ان الفاظ میں اس کی تعریف کی ہے۔

الخاصۃ ھو الخارج المقول علی ماتحت حقیقۃ واحدۃ فقط یعنی خاصہ کلی خارجی ہے جو صرف متحدۃ الحقیقۃ افراد پر بولی جاتی ہے۔ اس کلی کا وجود جن افراد میں پایا جاتا ہے وہ دو طرح کے ہیں۔

ا۔ جو لکھنے کی صلاحیت، استعداد اور قابلیت تو رکھتے ہیں مگر عملاً کتابت نہیں کر رہے ان کے لئے یہ خاصہ بالقوہ کی حد تک ہے اور جو عملی طور پر وصف کتابت سے متصف ہیں۔ ان کے لئے کتابت کا ثبوت اور حکم بالفعل ہے۔ ارباب فن نے خاصہ کی تقسیم میں فرمایا

''ان الخاصة تنقسم الى خاصة شاملة لجميع افراد ما هي خاصة له كالكاتب بالقوة للانسان والى غير شاملة لجميع افراده كالكاتب بالفعل للانسان''

یعنی اگر خاصہ ایک ماہیت رکھنے والے تمام افراد کو شامل ہو تو اس کا نام خاصہ شاملہ ہے اور اگر ایک ماہیت رکھنے والے تمام افراد کو شامل نہ ہو تو یہ خاصہ غیر شاملہ ہے۔

ہمارے اس موقف کو کہ کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ ہے اور انسان کا مساوی ہے تو بصورت مساوات یہ ضروری ہے کہ ہر فرد انسان کاتب بالقوۃ ہو۔ غلام احمد بندیالوی شرقپوری نے بھی تسلیم کر کے نقل کیا ہے کہ کتابت انسان کا خاصہ ہے لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے اور کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے اور نوع انسان کے مساوی ہے کیونکہ ہر فرد انسانی کا کاتب

بالقوۃ ہونا ضروری ہے۔ (تحقیقات ص۔31) یعنی کتابت بالقوہ کی صورت میں ہر انسان کے لئے کاتب ہونا لازم اور ضروری ہے۔ اگر ہر فرد انسان کاتب بالقوہ نہ ہوا تو کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ نہ ہوگا۔ لیکن تعجب ہے کہ غلام احمد بندیالوی نے اس ضابطہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سال سے قبل نبوت پر کیسے چسپاں کیا؟ اور آپ کی نبوت خاصہ منفردہ کو انسان کے اس وضع کردہ قانون کے تحت کیسے درج کیا؟ کتابت بالقوہ میں تمام افراد انسانیت بلا تمیز اور بدون امتیاز داخل اور شامل ہیں کیونکہ یہ ماہیت انسانیہ کا خاصہ لازمہ ہے، جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مخصوصہ، منفردہ ممتازہ اور جزی حقیقی ہے، کوئی فرد بشمول انبیاء ورسل اس میں شریک ہے نہ مساوی؟ آپ کی نبوت مخصوصہ، ممتازہ اور منفردہ ہونے پر آپ کا فرمان "کنت نبیا و آدم بین الماء والطین بطور نص موجود ہے، انبیاء کرام کا سلسلہ نبوت تو آپ کی حقیقت ذات اور نبوت کے بعد شروع ہوا ہے۔ جب آپ کی نبوت جزی حقیقی اور نبوت کا موصوف اور محل منفرد اور جزی حقیقی ہے تو نزول وحی سے قبل آپ کی نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا غلط اور حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما "ھوالاول والاخر والظاھر والباطن" کے مقابل مردود اور باطل ہے۔ عالم ارواح میں تو فقط آپ ہی نبی ہیں آپ ہی ارواح انبیاء کے لئے مربی اور معلم ہیں۔ مزید چالیس برس سے قبل والی نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا اس لئے بھی غلط ہے کہ آپ نے فرمایا "کنت اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث (تحقیقات ص69) ضمیر متکلم ذات معہ وصف نبوت پر دال ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ آپ کی ذات شریفہ کی تخلیق معہ النبوت ہوئی ہے جس میں کوئی فرد مخلوق شامل ہے نہ مشارک جب انسان کے متحدۃ الحقیقۃ افراد اس میں شریک ہیں نہ اس وصف سے متصف تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالقوہ کیسے ہوئی؟

جس طرح کتابت بالقوہ انسان کا خاصہ لازمہ ہے کیونکہ انسان ہی کاتب ہے غیر انسان کاتب نہیں اسی طرح نبوت بالقوہ بھی انسان کا خاصہ لازمہ ہے انسان کے بغیر دوسری کو

مخلوق نبی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ جب یہ انسان کا خاصہ لازمہ ہے اور انسان کے مساوی ہے تو بقول غلام محمد بندیالوی شرقپوری ہر فرد انسان کا نبی بالقوہ ہونا ضروری قرار پایا یہ باطل ہے کیونکہ ماہیت انسانیہ کے حوالے سے یہود و نصاریٰ اور کافر انسان کے افراد ہیں، لیکن ہر فرد انسانی بشمول یہود و نصاریٰ اور کافر مسلمان نہیں چہ جائیکہ وہ استعداد نبوت کے حامل ہوں اور ان میں نبی ہونے کی صلاحیت اور قابلیت پائی جائے .... پھر .... اگر بالقوہ کی بنیاد پر تمام افراد میں استعداد نبوت موجود ہے، تو ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لینا ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر منتخب کئے جانے والے فرد میں دوسروں کی بہ نسبت کوئی وجہ ترجیح موجود ہے تو بالقوہ کا مفہوم صادق نہ رہا کیونکہ بوجہ خاصہ لازمہ تمام افراد اس خاصہ میں برابر کے شریک ہیں۔

اسی لئے ارباب فن نے بالقوہ کی صلاحیت اور وصف کو "خاصة لجميع افراد ماهي خاصة له" کہا اور کاتب بالقوۃ کیلئے انسان کی مثال پیش فرمائی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سال سے قبل والی نبوت کو بالقوۃ کے تحت لانا اس لئے بھی غلط ہے کہ انسان اپنی انسانی کاوش، انسانی عمل سے بالقوۃ کو بالفعل کے درجہ اور وصف سے ہمکنار کر سکتا ہے بلکہ کرتا ہے اور یہ انسان کے بس اور اختیار میں ہے جبکہ نبوت کے معاملہ میں انسانی عمل کا کوئی اثر اور کوئی دخل نہیں یہ امر وہبی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور علم پر موقوف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" امر وہبی اور امر کسبی میں تغائر ذاتی ہے۔

مزید خاصہ بالقوہ اور خاصہ بالفعل باہم متضاد ہیں کیونکہ خاصہ بالقوہ خاصہ شاملہ ہے جو ماہیت انسانی کے تمام افراد کو بطریق مساوات شامل اور ان میں استعداد اور قابلیت کی صورت میں موجود ہے، جبکہ خاصہ بالفعل سب افراد انسانی کو شامل اور تمام افراد اس سے متصف اور موصوف نہیں، صرف کتابت کا عمل کرنے والے کو شامل ہے، اسی لئے اس کا نام خاصہ غیر شاملہ

ہے' لیکن خاصہ غیر شاملہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ترک اور انفکاک ممکن الوقوع ہے۔ جبکہ نبوت کا وجود اور اتصاف دائمی ہے۔ نبوت کا سلب ہونا' سلب کیا جانا' وصف نبوت سے موصوف فرد کا نبوت سے معزول اور محروم ہونا محال ہے۔

نبوت کے عنوان میں بالقوہ کا قول اس لئے بھی باطل ہے کہ خود تحقیقات نے عالم ارواح والی نبوت بالفعل کو دائم اور مستمر تسلیم کیا ہے' معزول اور مسلوب ہونے کو رد کر دیا ہے' عالم ارواح والی نبوت جو کنت نبیا الخ کی نص سے ثابت اور واضح ہے نے نبوت بالقوہ کے عندیہ کو باطل کر دیا ہے کیونکہ نبوت آپ کی ذات اور حقیقت مقدسہ کے لئے خاصہ لازمہ ہے اور خاصہ لازمہ بینہ ہے جس میں دیگر کسی بھی فرد انسان کی شرکت ممنوع اور محال شرعی ہے۔

اسی طرح چالیس سال سے قبل اور بعد آپ کو بالفعل نبی ماننا بھی غلط اور مستلزم محالات ہے۔ کیونکہ کتابت بالفعل خاصہ لازمہ مفارقہ ہے۔ غلام احمد بندیالوی شرقپوری نے بھی اس کو تسلیم اور تحریر کیا ہے۔ (لیکن کتابت بالفعل خاصہ مفارقہ ہے' ص 31)

لازمہ اس لئے کہ کتابت ماہیت انسان کا ہی خاصہ ہے اور مفارقہ اس لئے کہ اس کا انقطاع اور انتفاء ممکن الوقوع ہے' گویا دوسرے لفظوں میں یہ عرض مفارق ہے۔ زید کاتب اور زید قاعد میں کاتب اور قاعد کے عرض مفارق ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس خاصے کا نام مفارقہ اس لئے ہے کہ یہ تمام افراد کو شامل نہیں ہوتا اسی پر اطلاق ہوتا ہے جو عملی طور پر اس سے متصف ہے' اگر زید کتابت نہ کر رہا ہو تو بالقوہ کی قید لگا کر یہ کہنا جائز ہوگا کہ زید کاتب بالقوہ اور اگر وصف کتابت سے عملی طور پر موصوف اور متصف ہے تو کہا جائے گا زید کاتب بالفعل اور جب کتابت ختم کر دے' چھوڑ دے تو اب زید کاتب بالفعل کہنا درست نہیں۔

اب آیئے نبوت بالفعل کی طرف نبوت بالفعل کا مقصد یہ ہے کہ وحی آئے' نبوت کا اعلان ہو احکام خداوندی کا نزول ہو اور نبی کو حکم ہو کہ وہ مخلوق کو دعوت توحید دے اور احکام کی تبلیغ و

ارشاد کرے۔ ''تاکہ نبی کی بعثت کا مقصد جو افاضہ' استفاضہ' افادہ اور استفادہ ہے۔ پورا ہو
۔'' لیکن نبوت بالفعل کا دورانیہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ تک محصور اور محدود ہے'
بالفعل نبوت کا یہ کلیہ آپ کی حیات برزخیہ اور نبوت مابعد الانتقال کو شامل نہیں۔ جبکہ حیات
برزخیہ میں آپ کی نبوت اور رسالت قائم' دائم اور مستمر ہے ورنہ محمد رسول اللہ کا اطلاق درست نہ
ہوگا اور نصوص قطعیہ کا انکار اور نفی لازم آئیگی۔ جو محالات شرعیہ میں سے ہے۔ اسی طرح دیگر
آیات وما ارسلناک الا کافۃ للناس وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کا بھی انکار لازم آتا ہے۔ مزید
زید کاتب بالفعل میں کتابت جو فی الوقت موجود اور متحقق ہے اس کا انقطاع اور انتفاء ممکن ہے
کیونکہ زید کے عمل کتابت کے ترک یا خارجی رکاوٹ پر انقطاع ممکن ہے مگر نبوت بالفعل کے
باب میں نبوت کا ترک رکاوٹ ہر چیز کا موجود ہو کر بھی نبی سے نبوت کا اعتزال کرانا محال شرعی
ہے۔ اسی لئے علمائے متکلمین نے کہا ہے کہ نبی کی نیند اور موت سے بھی نبوت ختم نہیں ہوتی نہ
سلب ہوتی ہے۔ گویا منصب نبوت کے حوالے سے نبوت کا انقطاع ہے نہ انتفاء نبوت کی ماہیت
میں دوام' تسلسل اور بقاء ہے جبکہ نبوت بالفعل میں ان تمام امور واقعیہ کا انقطاع اور انتفاء موجود
ہے جو محال ہے۔ بلکہ نبوت کا تحقق اور اتصاف ذات نبی کے لئے روز ازل سے لے کر عرصہ محشر
تک ہے۔ اس دوران اس میں سلب ہے' نہ انقطاع' امام اہل سنت ابوشکور السالمی رحمتہ اللہ علیہ
نے اپنی مشہور عالم تصنیف التمہید میں تفصیل سے اس پر بحث کی ہے'' جزاھم اللہ احسن الجزاء''

نبوت بالفعل کے معارض اور مقابل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے ''بعثت الی
الخلق کافۃ'' بعثت کیا ہے؟'' کہ نزول وحی کے ذریعے قرآن اتارا قرآن کے ذریعے منصب
رسالت عطا فرما کر دعوت توحید اور تبلیغ احکام پر مامور فرمایا جس کا اختتام تریسٹھ برس کی عمر شریف
پر ہوا۔ آپ کے انتقال کے بعد بھی بعثت کا مقصد قائم دائم' جاری اور ساری ہے جس کا دائرہ بعد
از رحلت صبح قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ بعثت کا عملی معنیٰ اور مقصد صرف تریسٹھ سال تک محدود

ہے مگر حکم صبح قیامت تک کیوں متعدی ہے؟ وہ اس لئے کہ اس حکم کی تعدی کے لئے الی الخلق کافۃ کا قرینہ لفظیہ موجود ہے جس کی حد اور وسعت صبح قیامت تک عریض وطویل ہے مگر نبوت بالفعل کے الفاظ اور معانی کا تعین فقط آپ کی حیات ظاہریہ تک ہے جو مضمون حدیث، مقصود حدیث اور مفہوم حدیث اور مدعائے حدیث کے خلاف ہے۔ غلام محمد بندیالوی شرقپوری نے تحریر کیا کہ ''کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ ہے۔(ص 31)

غلام محمد بندیالوی شرقپوری کے بقول کتابت بالقوہ خاصہ لازمہ للماہیۃ انسانیہ ہے کیونکہ انہوں نے کتابت بالقوہ اور انسان کے درمیان مساوات قائم کر کے ان کا باہم حمل بالمواطات کا قول کیا ہے اور تمام افراد ماہیت کیلئے کتابت بالقوہ کو خاصہ لازمہ قرار دیا ہے لیکن ارباب فن نے کتابت بدوں لحاظ بالقوہ اور بالفعل خاصہ انسان قرار دیکر دو اقسام کی طرف تقسیم فرمایا ہے:

خاصہء لازمہ، اور خاصہ مفارقہ، کتابت بالقوہ اور کتابت بالفعل کو ترتیب ذکری کے مطابق بطور امثلہ اس کی وضاحت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتابت بالقوہ کا محل، اور موصوف ماہیت انسانیہ ہے ماہیت انسانیہ کا کتابت بالقوہ سے معزول اور مسلوب ہونا محال ہے ماہیت انسانیہ جب بھی متحقق فی الخارج ہوگی کتابت بالقوہ کے وصف سے متصف ہوگی، اور ماہیت انسانیہ کا ہر ہر فرد بدوں امتیاز اور بلافصل اس سے متصف ہوگا، اور ماہیت انسانیہ چونکہ کلی خارجی ہے اس کا تحقق افراد کے ضمن اور وساطت سے ہوتا ہے تو جب یہ ماہیت انسانیہ ضمن افراد میں پائی گئی تو یہ کتابت بالقوہ جو انسان کا خاصہء لازمہ ہے دو صورتوں میں موجود اور متحقق ہوگا ماہیت کے لحاظ سے خاصہ لازمہ اور افراد کے لحاظ سے خاصہ مفارقہ ہوگا، کیونکہ تمام افراد انسانی بالفعل کتابت سے متصف نہیں ہوں گے جو محل کتابت کا محل اور موصوف ہیں ان کیلئے کتابت بالفعل کا وصف ثابت ہے مگر مفارق ہے کیونکہ اس وصف کا انقطاع، انتفاء، اور سلب جائز بلکہ امور واقعیہ میں سے ہے آیئے غلام محمد بندیالوی شرقپوری اور ان کے ممدوح صاحب تحقیقات کے قول'' کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال عمر شریف سے پہلے بالقوہ نبی تھے اور چالیس سال کے بعد بالفعل نبی تھے
'' کی طرف ہر دو کا یہ قول باطل ہے اس لئے کہ: خاصہ بالقوہ کا لزوم اور ثبوت ہر ہر فرد کیلئے لازمی
ہے اور اس خاصہ میں مشارکت افراد کثیرہ غیر متناہیہ ہے، جبکہ نبوت بالقوہ میں افراد کثیرہ غیر
متناہیہ کی شرکت محال شرعی اور محال عقلی ہے، کما لا یخفی علی من له ادنی فطن اور نبوت
بالفعل کا قول بھی استحالہ شرعیہ کا موجب ہو کر باطل ہے بلکہ دیگر انبیائے کرام کے حق میں بھی
نبوت بالقوہ اور نبوت بالفعل کا قول بھی محال شرعی ہے کیونکہ بالقوہ ماننے سے مشارکت افراد کثیرہ
غیر متناہیہ لازم آتی ہے، اور بالفعل کے قول پر انبیاء کرام کی رحلت کے بعد انکار نبوت لازم آتا
ہے جبکہ نبوت کا سلب ہے نہ انفکاک ،، تمام انبیائے کرام بعد از رحلت بھی اسی طرح نبی اور
رسول ہیں، قرآن حکیم نے دنیا سے رحلت کر جانے کے باوجود ان کو نبی اور رسول فرمایا ہے نبوت
اور رسالت موت سے زائل نہیں ہوتی ، جب دیگر انبیائے کرام کے حق میں بالقوہ اور بالفعل کا
قول موجب استحالہ شرعیہ ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ قول بطریق اولیٰ ممنوع اور موجب استحالہ
شرعیہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خاصہ، منفردہ اور جزئی حقیقی ہے۔ جو اپنے وجود اور لوازم کے
اعتبار سے افراد کثیرہ تو رہے درکنار، دیگر انبیاء کرام کی نبوت کیلئے بھی مانع حقیقی ہے متکلمین کا اس
پر اجماع ہے کہ وصف نبوت کا انقطاع ہے نہ سلب، اس میں شرکت غیر ے کا تصور ہے نہ مماثلت
، جب نصوص قطعیہ سے یہ امر ثابت اور موجود فی الخارج ہے کہ روز اول سے لے کر میدان حشر
تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت سے بطریق دوام اور استمرار متصف چلے آ رہے ہیں تو نبوت بالقوہ
اور نبوت بالفعل کا مفروضہ کہاں سے آ گیا؟ جس طرح کتابت انسان کا خاصہ ہے اسی طرح
نبوت بھی بدوں لحاظ بالقوہ اور بالفعل خاصہ انسانی ہے خاصہ ماہیت نہیں خاصہ فرد ہے مفارق
نہیں لازم ہے، فرد ہونے کی دلیل ''الله اعلم حيث يجعل رسالته'' نص قطعی ہے جوامر
نبوت کے وہبی اور من جانب اللہ ہونے کی برہان معجز نشان ہے اور عرض لازم ہونے پر '' کل

امن باللہ وملائکتہ ورسلہ ،،تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض'ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین " اوردیگر بے شمار نصوص قطعیہ بطوردلائل موجود ہیں،جن کی موجودگی میں دیگر انبیاء کرام کیلئے بھی بالقوہ اور بالفعل کا اطلاق باطل ہے،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تو ایک منفردہ،ممیّزہ خاصہ کی صفت سے متصف ہوکر جزی حقیقی ہے،جسکی حقیقت اورلوازم کو بالقوہ اور بالفعل کی مصنوعی،فرضی اورانسانی عقل کے ضابطہء علم ودانش کے تحت نہیں لایا جاسکتا ،اس عنوان علامہ احمد بن محمد بن ناصر السلاوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:وان الا شارۃ بحدیث کنت نبیا الی روحہ الشریف والی حقیقۃ من الحقائق یعلمھا اللہ سبحانہ فیکون للنبوۃ محل اذذاك قامت بہ'' (جواہرالجار'جلدرابع ص۔210) بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوفرمایا ''کنت نبیاً'' اس میں اشارہ آپ کی حقیقت مقدسہ جس حقیقت کواللہ ہی جانتا ہے وہ کیا ہے؟ کی طرف اورآپ کی روح انور کی طرف ہے' مقصد یہ ہے کہ اس وقت آپ کی حقیقت مقدسہ اورروح انور وصف نبوت سے متصف اورنبوت کے وجوداورثبوت کا محل تھے اور نبوت کا قیام آپ کی حقیقت اورروح کے ساتھ تھا۔

سیداحمد عابدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا'' بل ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الا رواح وخلع علیھا خلعۃ التشریف بالنبوۃ'ای ثبت لھاذالك الوصف دون غیر ھا فی عالم الا رواح الخ'' (جواہرالجار۔جلدثالث۔ص۔۳۵۷)

بلکہ اللہ تعالی نے تمام ارواح سے قبل آپ کی روح اطہر کو پیدا فرمایا اوراس کونبوت کی خلعت شریفہ سے مشرف فرمایا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت کا ثبوت اس وقت سے ہے جبکہ عالم ارواح میں نبوت کا وصف کسی اورنبی اوررسول کوارزاں نہ ہوا تھا۔ثابت ہوا آپ کی نبوت تمام انبیاء کی نبوتوں سے مقدم ہے۔عالم ارواح میں فقط آپ نبی تھے اوریہ نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اورآپ کی روح انور کوحاصل تھی اورآپ کی نبوت کا محل بھی یہی دوچیزیں تھیں'توجہ طلب

معاملہ یہ ہے کہ عالم ارواح میں دیگر انبیاء کی ارواح ہیں، نبوت حقیقت اور ابدان کا وجود نہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور روح موجود ہے، آپ کی نبوت بھی موجود ہے اس نبوت کا قیام حقیقت اور روح کے ساتھ ہے، ظہور قدسی کے وقت یہی حقیقت اور وہی روح جسد عنصری میں موجود ہے، اس لئے آپ کی نبوت خاصہ منفردہ کو خاصہ شاملہ میں لاکر آپ کی خارج میں موجود نبوت کو نبوت بالقوہ کہنا غلط اور خلاف نقل ہے اور دیگر انبیاء کرام کی نبوتوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

آپ کی نبوت آپ کی حقیقت مقدسہ اور روح پرنور کے لئے خاصہ لازمہ ہے، یہ خاصہ لازمہ برائے فرد ہے، برائے افراد نہیں تاکہ خاصہ شاملہ قرار دے کر آپ کی نبوت کو نبوت بالقوہ کہا جائے، خاصہ لازمہ دو قسم ہے، بین اور غیر بین، کنت نبیاً میں جس نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور روح کے لئے خاصہ اور صفت لازم قرار دیا ہے یہ خاصہ لازمہ بینہ ہے کیونکہ جب کنت میں ضمیر متکلم برائے ذات اور نبوت اور اتصاف نبوت (نسبت محمولی) کا تصور کیا جاتا ہے تو آپ کے بغیر نہ اس کا کوئی محل نظر آتا ہے نہ مدلول اور مصداق۔ جب عالم اجساد میں آپ کی جلوہ گری اسی حقیقت اور اسی روح کے ساتھ ہوئی جو عالم ارواح میں وصف نبوت سے متصف تھی اور وصف نبوت اس سے سلب ہوا نہ روح انور کو معزول کیا گیا تو روح کا تعلق حلول اور سریان جسد انور میں نبوت کے ساتھ ہوا ہے۔ نبوت سلب ہوتی ہے نہ منقطع۔ جیسا کہ شیخ محقق نے تکمیل الایمان، علامہ سالمی نے التمہید اور علامہ التورپشتی نے المعتمد فی المعتقد میں اس کی تفصیل بیان کی ہے، جب نبوت موجود متحقق فی الجسد العنصری وہی ہے تو اس کو نبوت بالقوہ کا نام دینا غلط ہے کیونکہ بالقوہ کا وجود خارجی نہیں، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا وجود خارج میں موجود تھا اگرچہ عملی اور فعلی طور پر نہ تھا۔ اگر بوقت ولادت آپ کی روح اور حقیقت اصلیہ وصف نبوت سے معزول، مسلوب اور معری ہوتے تو جن فوق الفطرت اور خارق عادات امور کا ظہور ہوا ہے ہرگز نہ ہوتا۔